

جہان کا رشتہ

علیہ

کبھی خود پہ کبھی حالات پہ رونا آیا
بات لگلی تو ہر اک بات پہ رونا آیا
ہم تو سمجھے تھے کہ ہم بھول گئے ہیں ان کو
کیا ہوا آج یہ کس بات پہ رونا آیا

"ای اوہ کون سی دنیا ہے جہاں کوئی پناہ جاتا ہے تو
واپس ہی نہیں آ سکتا۔" نوسالہ فیضان کی باتوں نے مجھے
چونکا دیا۔
"کیوں دینا تمہیں کس نے کہا؟"
"کسی بھی گاڑی پر واپس نہیں آ سکتے کیا؟" وہ اپنی
دھن میں تھا۔
"فیضان۔" میں نے اسے گھورا۔
"کبھی کبھی زیادہ ذہین بچے بھی وہاں لگتے ہیں۔ لے
سیدھے سوال کرتے ہیں۔"
"تمہیں کس نے کہا؟"
"اب آپ کو کوئی انعام نہیں ملے گا۔ آپ نے
میرے کسی سوال کا جواب درست نہیں دیا۔" اس نے منہ
پھلایا۔ میں مسکرا دی۔ گویا میرے ساتھ بیلام گھر کھیل
رہا تھا۔
"اچھا پہلے بتاؤ انعام میں کیا ملے گا۔" میں نے
مسکراتے سامنے کیا۔ اس نے میری مسکراہٹ کو شاکی
نظروں سے دیکھا۔
"بروٹا" میں نے مسکراہٹ ضبط کی۔
"آپ لوگ فیض کا راستہ بدل کر اچھا نہیں
داری مایں..... ای..... مجھے صدمہ ہوا مڑا۔"
"آپ لوگ فیض کا راستہ بدل کر اچھا نہیں

کر رہے۔ "شاکی سے انداز میں من کو مخاطب کیا اور وہاں سے اٹھ گئی۔



"کیا بات ہے سید بہت چپ چپ سی ہو؟"
"نہیں تو۔ اس نے ٹائل بند کر کے سرسری سے انداز میں کہا۔

"نہیں کوئی بات تو ہے۔ دیر تم تو ہم وقت معصروف عمل نظر آتی ہو۔ یوں چپ کی چپ سی بیوی پریشانی ہے کیا۔ گھر مند ہو کسی وجہ سے؟" ٹالا نے اس کا بغور جائزہ لیا۔

"نہ۔" "وہ میرے سے اس نے ہجے دیت کو گھمایا اس کی نگاہیں غیر مری سے لفظ پر مرکب تھیں۔

"میں اپنی اس زندگی سے مطمئن ہوں۔ سمجھ کر لیا ہے آگے کی زندگی کی پلاننگ بھی کر لی ہے۔ فیضان بھی خوش مطمئن ہے اور اس کی پروا نہیں رہت بھی نہیں ہے۔"

"پھر کیا؟" "گھر والے اس کا راستہ بدل رہے ہیں۔" "کیا؟ کیسے؟" ٹالا نے اچنبھے سے دیکھا۔

"اس کے خیالات تبدیل کر رہے ہیں۔" "مگر کیوں۔۔۔ تمہارے گھر والے میرے خیال میں بہت اچھے اور پختہ تھے لوگ ہیں کیا کہتے ہیں۔"

"نکل بچہ سے کہہ رہا تھا جو لوگ چلے جاتے ہیں وہ واپس بھی تو آتے ہیں پھر میرے ایڈی کیوں نہیں آتے۔" اس کے چہرے پر تنہید کی اور عین متکبر لگی تھی۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔" "ہاں اور یہ بات معمولی نہیں ہے۔"

"پھر تم نے کیسے مطمئن کیا۔" "میں اسے مطمئن کرنی نہیں سکتی۔ وہ بہت ذہین ہے جواز ملتا ہے جب تک گھر والے نہ چاہیں۔"

"سید! ٹالا دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر آگے جھکی۔ "تم ہاشور سمجھ دار ڈاکٹر بنو اچھے برے کی تمیز رکھتی ہو تمہارے گھر والوں کی خواہش اتنی بھی یہی نہیں ہے۔"

"ٹالا۔۔۔" شاکی سے انداز میں اسے دیکھا۔

"ماں سید! یہ وقت کی ضرورت ہے اور تمہارے لیے اہمیت کوئی ساری عمر ساتھ رہ سکتا ہے اور نہ کوئی ساری عمر تنہا زندگی گزار سکتا ہے۔ ایک ساتھی ایک ماہر کی ضرورت رہتی ہے اور فیضان نو سال کا ہو گیا ہے آج تک اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی مگر کل۔۔۔"

"یہ سب سراسر ان سب لوگوں نے سکھایا ہوگا۔ وہ جانتے ہیں کہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے بچے ہاشور اور سمجھ دار ہوتا ہے۔ وہ گھر سے باہر نکلتا ہے اور دوسرے بچوں میں گھل مٹا ہے اس نے بھی اپنے باپ کے متعلق سوچا ہوگا اور گھر والوں سے پوچھا ہوگا۔ کچھ برے تم تو ذہنی پرندہ ہو۔ انہیں کسی طرح سے مطمئن کرنا ہی تھا۔"

"مگر ٹالا یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ ابھی میں نے گھر والوں سے بات نہیں کی۔"

"مقل سے سوچو تو ابھی وقت گزرا نہیں ہے۔"

"کیا کیا۔۔۔ پاگل ہو رہی ہو۔ کیا نہیں سال کی اکثر سید جو اپنی دوسری شادی کرے جس کا سارا حق سال کا بیٹا ہے۔ ممکن ٹالا لوگ کیا سوچیں گے۔ آگے ایسی بات مت کرنا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"ریٹکس ریٹکس! بیٹو جاؤ اور ایک بات حیران سے سن لو۔ مورتوں کی عمر چہروں سے پتہ نہیں چلتی۔ اور تم اتنی تازہ دہلی پکی ہو لگتی نہیں ہو کہ ایک بیٹے کی ماں ہو۔ اور لوگوں کو سوچنے دو۔۔۔ عقل مند لوگوں کا کام ہی سوچنا ہے۔ تیسری بات یہ کہ جن کے سوال برس کے بیٹے ہوں اور بھی تو عقل کر لیتے ہیں سوچنا تو دور کی بات ہے۔" سید نے چونک کر ٹالا کو دیکھا اور اس کے انداز پر مسکرا دی۔

"ڈاکٹر مہمن غوری کی بات کر رہی تھی جنہوں نے یہ کیا کے مرنے کے چار سال بعد پچھلے سال دوسری شادی کی تھی۔"

"مرد کا کچھ نہیں گزرتا۔۔۔ تصور وار تو مورت گردانی جاتی ہے۔" وہ کھڑی ہو گئی۔ "اور میں ایسا کوئی لہارہ نہیں رہتی جس سے کل مجھے شرمندہ ہونا پڑے۔" ٹیک شہزادہ پر لڑکا با لگا لگا لٹا ستا دیکھا اور دم سے باہر نکل گئی۔

نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ یہ وہ اگر خوب صورت اور

لوگوں کو خود بخود ہی سوچنا پڑتا ہے سید۔



"اما آکس کریم کھانے ملیں نا۔"

"لاڈلج میں نہیں وہ ایک ڈاکٹر کی دیکھ رہی تھی جیسی ا کر فیضان نے اس کا شانہ بلایا۔

"بیٹا ماموں کے ساتھ چلے جاؤ۔"

"نہیں آپ ملیں۔ سارا دن تو آپ معصروف ہوتی ہیں اور اب میں ماموں کے ساتھ چلا جاؤں۔"

فیضان منہ ہوتا اس کے پیلو میں بیٹھ گیا۔ سید نے مسکرا کر اسے ساتھ لگا لیا۔

"رات کے دس بج رہے ہیں۔ گاڑی پارک کر دی تے اور پیدل کار راستہ اتنی دور ہے جاؤ ماموں کی بائیک پر چلے جاؤ۔ میرے لیے بھی لانا۔" پیار سے چکا رہا۔

"نہیں۔ نہیں۔" "زور سے سر ہلایا۔" "ساری دنیا کے بچے اپنے پرنس کے ساتھ جاتے ہیں۔ اور میں میرے پاپا نہیں تو آپ بھی کہیں لے کر نہیں جاتیں۔"

ہراسی سے کہتا فیضان اس سے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ سید نے قہر سے دیکھا۔

وہ آج کل فیضان میں واضح تبدیلی دیکھ رہی تھی۔ جیسی ان اندر آ گیا۔

"کیوں بھی ماسٹر کیا ہو رہا ہے؟" وہ سونے پر گر۔

"ماموں! امی بہت خراب ہیں۔ مجھے آکس کریم کھانے نہیں لے جا رہیں۔" ہمارا منہ سے اسے دیکھا اور

"ہاں کی گھر میں جا گھس۔"

"تو میرے ساتھ چلو۔" "موسیٰ نے بازو پھیلا کر اس کو ساتھ لے لیا۔

"آپ کے ساتھ" سرائی کر حیرانی سے دیکھا۔

بچہ تھا ہر جہت کہا اور موسیٰ "اے۔۔۔ اے۔۔۔" کر رہا گیا۔

"موسیٰ! سید نے مال سے اسے دیکھا۔

یاس کا سکھایا ہوا سبق تھا۔

"میں چلتا ہوں۔" سید کی ہنوز گھبراتی نظروں سے گھبرا کر بھاگا۔

"ماموں! فیضان پیچھے بھاگا۔

"وہاں ساری سوری" کی گردان کر ہاتھ اور رنجوری دوڑتی ہوئی۔

"تم لوگ۔۔۔ لوگ۔۔۔" اسے دیکھ ہوا۔ نہ بولنے کی پوزیشن میں تھی نہ سوچنے کی۔

آج اس کا آف اے تھا۔ گھر پر ہی تھی۔ وہ ابو کے ساتھ ہائٹ کرتے ہوئے اخبار دیکھ رہی تھی۔ نزہت آرا

گاہے ہلکا ہے باپ سے باتیں کرتی ساتھ ساتھ اخبار دیکھتیں۔ کبھی چائے کا گرم گرم کپ ہونوں سے لگا لیتیں کتنی فریش اور ٹنگٹن لگ رہی تھیں۔

ان کے دل سے ہو کہ ابھی اس عمر میں لڑکیاں بیانی جاتی ہیں۔ ان کی بیٹی کو گیسار لگ گیا۔ ہائے جو بڑے تم نے کہا کیا۔ کیوں چلے گئے۔۔۔ بڑل گئی ہے میری بیٹی کاش میں نے تم سے شادی نہ کی ہوتی۔

"ابو! میری گاڑی ورک شاپ بھجوا دیجئے گا۔ ذرا تک کر رہی ہے۔"

"بھئی میں تو آج کل معصروف ہوں۔" موسیٰ پاسیل سے کہہ رہا۔ "انہوں نے اخبار دیکھا۔

"سیف کا دن تو آج کرکٹ کی نذر ہوگا۔ اور موسیٰ سے میں ناراض ہوں۔"

"ہراس۔ وہ کیوں بھلا۔۔۔ تم جانتی ہو ناراض ہونا کتنی بری بات ہے؟"

"وہ فیضان کو اپنی سیدھی باتیں سکھا رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ فیضان۔۔۔"

"سید بیٹا کوئی بات اپنی یا سیدھی نہیں ہوتی۔ ہر بات کا رد عمل ہوتا ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو کوئی غلط بات بھی نہیں ہوتی۔"

"ابو! اس نے تیرا ہنسی سے دیکھا۔
مگر وہ اٹھ کر جا چکے تھے۔ یا اندازہ... یہ بدل
کیوں؟

"ابو! زارا پھر سے کہہ دیجئے گا۔" پیچھے سے آواز دی۔
"زارا پھر چھٹی پر ہے۔" کان سے آواز ابھری تھی۔
دوسرے جھکا کر اخبار پر کرنے لگی۔

"ای! دادی کہاں ہیں؟"
"کے کمرے میں ہیں گی۔"

"کیوں اس وقت تو انہیں لان میں ہونا چاہئے تھا۔
صبح کی چارہ صوب اور ہوا میں انہیں لے کر جانی
ہوں۔ آپ بھی آجائے۔" وہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

دنیاوی لکڑیوں میں خود کو الجھا لیا تھا اس نے۔ انہوں نے
جالی ہوئی سید کو دیکھا۔ نور اس کی اپنی ذات کی ضرورت کا
تجربہ تو سب سے پہلے ہی ہوا اور اس پر ہنسا۔

"اور یہ؟" انہوں نے گہرا سانس لیا۔ "جوان بیوی
کے دکھ کی چارہ اندازہ کر سکتی تھی۔ اور فیضی باپ کی
شفقت سے محروم ہے۔ میری سید شروع سے ہی بد نظری
کا شکار رہی ہے۔ بری بھری زندگی کو کہیں لگ گیا۔" ان کی
سوچوں میں دکھوں کی پرچھائیاں تھیں۔



آج اور یہ کی شادی ہے چلتا ہے جلدی آجانا۔
ناشتہ کرتے ہوئے کچھ بھر کے لیے اس کے ہاتھ ٹھکے۔
"آ تو جاؤں گی ای! مگر آج آپ پریشان ہوں گے۔"
"یہ کوئی معقول بہانہ تو نہیں ہے۔" موسیٰ نے ہاتھ
اندھا مچھلتے ہوئے سرسری سے انداز میں کہا۔

"میں بہانہ نہیں کر رہی۔" اس کے انداز میں غل
تھی۔ ایسے بھی وہ آج کل موسیٰ سے بدراض تھی۔ فیضان
کو اپنی سیدھی بنیاں پڑھانے لگا تو وہی تھا۔
"تو آج کھینچ کر لو۔"

"تم جانتے ہو ادا کڑی زندگی اس کی اپنی نہیں ہوتی۔
ہمیں دوسروں کی زندگی سے پیار ہوتا ہے۔ انہیں بچانا
چاہئے ہیں ہمارا کچھ دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔" اس

نے چیخ کر جواب دیا۔
"آ... ہاں۔" موسیٰ نے برا سا منہ بنایا اور ہاتھ
بڑھا کر ٹھک دالی اٹھائی۔

سید نے سر جھٹک لیا۔
"ہم بھی تو ان دوسروں میں ہیں ان دوسروں کا خیال
نہیں رکھنا کیا۔ آخر لوگوں سے کیا تعلقات بنے ہیں۔"
موسیٰ نے قلمذ جھاڑا۔

"موسیٰ۔" اس نے لب بھینچ کر گھورا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔
"میرے خیال میں سید تم آج چھین کر لو۔"
اور یہ تمہاری پھوٹی زارا تمہاری کزن ہے۔ دوست ہے

تمہاری۔" ای! نے رساں سے کہا۔
"ای! پلیز! اس کا انداز بگڑ گیا تھا۔"

"ای! پلیز! مجھے مجبور نہ کریں۔ میں بہت مجبور ہوں!
آپ تو جانتی ہیں نا کہ۔" موسیٰ نے شرمیلی سے انداز
میں اس کی اصل ہماری۔ سید کو کھنکھایا۔

"تو اور کیا کہیں مسٹر موسیٰ بگڑا ہی صاحب! مجھے اپنی
بیوی کا ذمہ دار اپنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام
میرے جانتے ہی ہو جاتا ہے مجھے تو تم آ میزنگ ہیں باہر لپو۔
فطرتی پسند نہیں ہے۔ جو ادا کی ممانعت تھی لے لیا اور اب

کب تک میں تم والہ کی تصویر دہوں۔" اس کا لہجہ پست
گیا۔ "لوگ مجھے جانتے ضرور ہیں اور پردہ کہتے ہیں۔
آئے تو اچھا ہے۔ ابھا گن! منوں! کہیں ہم پر غصہ نہ

پڑ جائے۔ لوگوں کی سوچ لوگوں کا نظریہ! ابھی تک نہیں
بدلا۔ اور نہ ہی میں بدلنے پر قادر ہوں۔ مجھے تم۔" سید
نے جھٹے کھنکھاتے لہجے میں بات مکمل کی اور باہر نکل گئی۔
نزدہت آواز سے جاتے دیکھتی رہیں۔

"موسیٰ! وہ بہت دکھی ہے اسے مت پھیلا کر۔"
انہوں نے دکھی لہجے میں کہا۔

"ای! اسے سمجھا میں وہ تمہارا لنگی نہیں گزار سکتی۔ ہم
آپ کب تک اس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔" موسیٰ کی
آنکھوں میں بہن کا دکھ بکھرنے لے رہا تھا۔ "میں صرف
اسے یہ بتانا چاہتا ہوں کوئی بھی رشتہ دیر پا ہوتا ہے لہذا نہ

بائبر اسے اپنے بارے میں سوچنا چاہئے جب کہ بیوی
گروہ نہیں ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو بیوہ کا نکاح کر دینا
چاہئے۔"

"ہم جانتے ہیں۔" انہوں نے گہرا سانس لیا۔
"اسے سب نے سمجھا یا ہے مگر وہ کچھ سننے پر تیار نہیں۔"
"وہ سننے کی اور ضرورت سننے کی۔" موسیٰ کے لہجے میں
مذہبی تھی۔ اس نے کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔



"اما۔"
"ہوں۔"

"اچھا کچھ نہیں۔" اس نے آنکھیں موند لیں۔ وہ جو
دیر سے دیر سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی
پونک کر فیضان کو دیکھنے لگی جو کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا۔

"پاؤ کیا کہہ رہے تھے؟"
"کچھ نہیں۔" اس نے رخ موڑ لیا۔

"پھر اما ہمیں ہو جائیں گی۔" اس کا رخ اپنی
ہاتھ کیا۔ "ہلو۔"

"پہلے پراس کریں کہ مرض نہیں ہوں گی۔"
"اور تم بھی پراس کرو کہ ناراضگی والی بات نہیں
کر گئے۔" بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"ناراضگی والی بات تو نہیں اما مگر یہ حق ہے آپ کا
می اور میرا بھی۔" سید چونکی اور اس کی ساری حسیات
لٹ نہ گئیں۔ اسے کی ساری کہانی سمجھ میں آ گئی۔

"موسیٰ... موسیٰ۔ تمہاری خبر نہیں۔" اس نے منھیں
مٹا لیں۔ مگر اسے حق سبر رمل کا مظاہرہ کرنا تھا۔
"میں آپ سے پیار کی باتیں تو کر سکتا ہوں نا۔" اس

نے حیرت سے اس کی جانب نگاہ اٹھائی۔ وہ دم سادھے
اسے دیکھ رہی تھی۔
"کسی کے بارے میں باتیں کرنے میں تو کوئی برائی
نہیں۔" فیضان نے ہاتھ بلایا۔

"نہیں۔" اس نے دیر سے اس کا رخسار چوم
ا۔ "ہاں نہیں میری جان۔" بیکل ہوئی پلوں کو جھپکا۔

کس ہاتھان میں ڈال دیا ہے جوار۔ میں تمہارے بیٹے کو
کسے مطمئن کروں گی۔ سانسے دیہر پرگی اس کی تیرا اور
تصویر کو دیکھا۔ مسکراتی سیاہ آنکھیں، کھنی سیاہ موٹھیں
تراشیدہ لب۔ خود پرانگی اس کی سا آٹھمیں اسے پزل
کر دیا کرتی تھیں۔

"مجھے آپ پیار کے بارے میں بتایا کریں وہ کیسے
ہوتے تھے بچوں سے کیسے پیار کرتے تھے اور مجھے کس
طرح چاہتے تھے؟" فیضی ہول رہا تھا اور اس کا ہنس نہیں
ہل رہا تھا کہ موسیٰ کی گردن سرزد ہو۔

"وہ تمہیں ایسے پیار کرتے تھے۔" جھک کر اس کے
پھول سے رخسار کو چوم لیا۔ "بچوں کو بہت عزیز رکھتے تھے
اور تم تو ان کی جان تھی۔" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے
لیا۔

"اپنی جان کو کوئی کیسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔" فیضی
خجیدہ تھا۔ سید کا دل بھرا آیا۔ نوسو برس پڑے اختیار ختم
ہو گیا۔ بے اختیار فیضی کے بالوں میں منہ چھپایا اور
آنسو اس کو بہانے دیا۔

"جو ملے جاتے ہیں وہ وہیں کیوں نہیں آتے؟" وہ
جھکے سے اٹھ بیٹھی۔ فیضان بھی گھبرا کر اٹھ گیا۔
"کیا ہولانا؟"

"تم بہت چھوٹے ہو بہت چھوٹے میری جان اتنی
بڑی بڑی باتیں مت کیا کرو۔" اسے سینے سے لگا لیا۔
"بہت ساری باتیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں
چاند اور نعم البدل کو دل نہیں چاہتا۔ کسی کا پر تو ملنا نہیں نعم
البدل میں۔"

فیضی کی چھوٹی سی منہ میں اتنا بڑا لفظ سمیٹ رہا۔
"بس ایک بات سمجھ لو جانو! شدت ضبط سے چہرہ
سرخ اور ہاتھ۔" جو مر جاتے ہیں وہ وہیں نہیں آتے۔
خدا کے پاس جا کر کوئی واپس آ ہی نہیں سکتا۔ کوئی راستہ
نہیں ہے ہمیں ان لوگوں کے بغیر رہنے کی عادت ڈالنی
پڑی چاہئے جیسا کہ دیر سے اسے ساتھ لگا لیا۔

اس کا ننھا منہ سارا بن نعم البدل میں اٹکا ہوا تھا۔

"اسیہ آپ سو جائیں صبح اسکول جاتا ہے۔" اسے
بستر پر لیٹ کر گھبراہٹ سے دیکھا۔

"اما آپ دور ہی ہیں؟" اسے دیکھ گئی۔ "آپ کو
میری باتوں سے..."

"نہیں میری جان؟" اس کا ہاتھ چوم لیا۔ "مجھے دانا
اس بات پر آ رہا ہے میرا بیٹا مجھ سے کیا مانگ رہا ہے اور
میں اسے دے ہی نہیں سکتی۔" دھیرے دھیرے اس کے
بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"آپ دانا کو کیا کہہ لیا کرو۔ دانا اب تو ہیں ہی بڑے
پاپا۔ پھر آپ کے چاہو ہیں انہیں دیا کہہ لیا کرو۔ اس نے
اپنا چہرہ صاف کیا اور گرا کر اسے دیکھا وہ سنجیدہ تھا۔
"نیسا آ رہی ہے۔" اس نے پلکیں موند لیں۔

"کاش میری جان میں تمہاری خواہش پوری
کر سکتی۔۔۔ تمہارے پیارا اتنی دور جا چکے ہیں کہ۔۔۔"
آنکھوں کے گوشوں سے آنسو نکل کر ہاتھوں میں جذب
ہونے لگے۔

"جواز میں ہر مقام پر ثابت قدم ہوں۔۔۔۔۔ تمہارے
بعد مجھے کسی اور کے قرب کی تمنا ہے نہ خواہش سب
حالات کا حیداری سے مقابلہ کر رہی ہوں۔ مگر تمہارا
بیٹا۔۔۔ میں اسے کیسے مطمئن کروں۔۔۔۔۔ کیسے کروں؟"



"موسیٰ؟" سیدہ دھیرے سے اس کے کمرے میں
داخل ہوئی وہ جوانہاک سے کمپیوٹر پر منہ کیا تھا چونک
گیا۔

"سیدہ تم کیا ہوا؟" سرگما کر اسے دیکھا۔
"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

وہ چونکا لمحہ بھر میں اس کا جائزہ لیا اور چہرے سے
ساری کہانی پڑھ لی اور وہ فی الحال اس موضوع پر اس سے
بات نہیں کر سکتا تھا۔

"کہو کچھ پیسے چاہئیں؟"
"نہیں۔"

"پھر؟" مصروف سا انداز تھا۔

"تم فاسٹ ہو کر میری جانب متوجہ ہو۔"

"میں بہت اہم موضوع پر کام کر رہا ہوں۔۔۔۔۔"

سوئی۔ "اس نے میری جھنڈی ہکھا دی۔"

"میں فیسی کے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"بھئی اسے کل لے کر تو گیا تھا؟" آج کبھی

نہیں لے جاسکتا میں اس کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔

روز روز میری کرانا پھروں مجھے بھی کچھ جوڑنا ہے بڑا

روپیہ ایسے ہی لگ جاتا ہے۔ یہ شور و دار کے فرمائشی پروگرام

ہی ختم نہیں ہوتے۔ ماموں یہ دلا دیں ماموں اس مجھ سے

پر بیٹھتا ہے ماموں یہ کہتا ہے وہ کھانا ہے۔ بچہ ہے

نکدہ۔۔۔۔۔ بے انگہم۔ ویسے سیدہ! وہ اس کی جانب گھول۔

دوسرا گت ٹکروں سے اس نے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ کس

لچے کس انداز میں وہ فیسی کے متعلق بات کر رہا تھا۔ اسے

اپنے گفتگو کی بے رحمی کا احساس تھا اور سننے لگے۔

"سچ مان لو کہ تم ابھی ماں نہیں ہو۔ اس کی ابھی

تریت نہیں کر رہی ہو۔ اس کو باپ کی ضرورت ہے۔

اپنے لیے نہیں تو اس کے لیے سوچو۔" وہ سنجیدگی سے اسے

بگھار رہا تھا۔ اور اس کا وجود نوٹ کر دقت کے ساحل پر

نکھر رہا تھا۔ کس درجہ کم تر انداز میں موسیٰ بول رہا تھا۔

"آئندہ میں لے کر نہیں جاؤں گا۔ فیسی کو کہیں ہمارے

مہربانی سیف کی خدمات لینا۔" موسیٰ نے دوبارہ کمپیوٹر کی

جانب رخ کر لیا۔

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ابھی بھی بے یقینی میں

جھکا تھی۔ فیسی دیا ہو سکتا ہے۔ وہ تو بہت معصوم شریف ما

بچہ ہے۔ اپنی کتابوں اپنے کمپیوٹر سے کھیلنے والا۔ اسے تو

مانگنا آتا ہی نہیں۔ چہ جائیکہ فرمائشی پروگرام۔ وہ بے یقینی

میں جتنا شدید سی موسیٰ کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے انداز

میں اس کے لیے بےزاری تھی۔

"ہمنا خرچ کیا ہے مجھ سے لے لینا۔" جو با

کرنے آئی تھی بھول گئی۔

"ہاں دے دینا۔۔۔۔۔ اہل کر کے۔ آخر کو مجھے بچ

شادی کرنا ہے اور سنو۔" کہتے کہتے اس کی جانب گھول

گیا۔

"بھری باب حجب ہوں بکھار کھدی۔"
 "فیضی! پہلے چور بھڑو میری ہاتھیں کریں گے۔"
 "بھڑو! یہاں سنا ہوا۔"
 "بھول کرلو۔" انہی سانس پر گدا۔
 "وہ جو ہم اس دن! انہی گرد ہے ختم۔" اسکا
 انداز تھا۔
 "کون سی؟" تھانہ مارا فانا تار میں اسے دیکھا۔
 دل میں کھل رہا تھا۔
 "وہی جو میں آپ سے کہہ رہا تھا رات کو وہ
 آپ سے ملنے گئی تھی۔" بات بدولائی۔
 "فیضی! ہال میں نے جہر رک گئے۔" منقول! انہی
 مت کرنا دیکھ رہے تھے۔
 "میں ایک باجیلا۔"
 اس نے لب بکھج کر اسے دیکھا۔ جانے کون کی بات
 کرنے جا رہا تھا۔
 "وہ جہاں کہہ دی تھی تاکہ کسی کا نہیں ہوں نہیں۔
 تو میں نے ملوٹ کیا ہے مل ہاں سے ملوٹ لیا۔"
 "فیضی! ہے کسی سے اسے دیکھا۔" کون نہیں اتنی
 اہم معلومات فراہم کر رہا تھا۔
 "آپ میرا پیاسی ہو رہا میں تو ہم۔"
 "چنگیز! فیضی! کاتھم گھا۔ اس کی ہر بات کی
 مدد نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ انہی کر سکتی تھی کہ اسے میں پہنچا۔ اس
 کی قسمت بھی تھی وہ ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ ای کے
 کرے میں پہنچا۔
 "بلیز ای! اموی کو کھالیں۔ وہاں غراب کہہ رہا ہے
 معصوم ہے گا۔ میری زندگی ہے جیسے مرنے لگا رہا ہے اسے
 کیا حق پہنچا ہے معاملت کرنے کا۔" وہ تار پڑھ رہی
 تھی سلام بھیر کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔
 "کیا کیا ہے اس نے؟"
 "اس سے پوچھئے گا اس کی جگہ سے میں نے لیضان
 کو لیا ہے۔ اتنی تکلیف ہے اسے تو گھر چھوڑ دیتی ہوں
 ہاتھل گئے کر رہے ہے۔ چند سالوں میں گزر کر اس

کی۔ فیضی تو ابھی لیضان کے احوالات ہیں میں بھر چلی
 جا رہی ہوں لیضان! ہاں جان کا اس کی خاطر مجھے بھی تو لیا
 کر لیں گے۔" قصہ سے لالہ بھسکا چہرہ ہو رہا تھا۔
 "وہاں تم ہم پر پوچھ نہیں ہو۔" تاج پاگل جلدی پا بیدار
 فیضی ہو رہا ہے۔ میں ہار دیتے موجود ہیں۔ ہمیں فیضی
 گرا ہے ایک تہہ لہے ہاتھل سے آیا ہے۔
 "اسی؟" وہ بدے ہوئے لیضان کی طرح بلیضی چلی
 گئی۔
 "آپ سب لوگ کھیل چاہتے ہیں کسی۔"
 "اس لیے جیتا۔ ہم نہیں سہا کن دیکھا چا
 ہیں۔"
 "مٹی تو تھی۔۔۔ اب نہیں ای اب بس۔" اس کا دل
 بھرا تھا فیضی کو بچہ بچہ تھا۔ فیضی نے پڑے۔
 "جہر کا تہہ لہے مرنے سے ہو گا۔" محبت سے اس
 بھونکا۔
 "مخف میرے خدا۔" میرا تھوڑے سا تھا ہوا۔
 "پہ تو وہ مت کھل سے ہو۔" جانے کون
 اختیار نہیں فرمیں ہوتے ہے۔
 "وہی کوئی لیضان کو نہ محبت نہیں دے سکا جو اب
 اس کا آپ دے سکا تھا۔ اس کی قسمت وہ حصول کر
 بت جائے گی۔ بھڑو! مرنے کی میری بھی نہیں ہو گا۔"
 "مہیا! کچھ نہیں ہو گا۔ لیضان بہت لاپتہ ہے اس کا
 لیا ہوا بھی تو اس کے لکھا چلا اسوں! ہاں سب ہیں ہاں۔
 سب مل کر ایک بچہ نہیں منجیل سے تو لگتے ہے ہا
 محبت ہے۔"
 "تھیں نہیں ہے ای۔" انکار میں سر ہلادیا۔
 "آپ موی کو سنبھالیں ٹانٹ خستہ نہ بنا کر۔" وہ
 کھڑی ہوئی۔
 "خدا نے میرے لیے جتنی فریضی رقم کی تھی۔
 مجھل گئیں۔ بس اب بکھار دیکھنا نہیں۔"
 اس کے بعد وہی نہیں۔



[illegible]

میری چیڑ سے مٹائی نہائی نہیں کرے گا۔ کہیں؟
اے حضرت کی! تمہارے کیا تکلیف ہے تمہارے
کیا تکلیف ہوئی۔
ہم سے ہوئے انسان کی طرح غصہ میں نہ غصہ میں چلی
گئی۔ اے تمہیں میرے غصہ میں انداز میں پہنچا نہیں گئی۔ تمہارا
سوا ملائین شہر کے پتھر پہنچا رہی زندگی زندگی کا غم کچھ
لایا۔ غم غم کے ہمارے دلوں پہ لایا۔ دلوں کو
فیضان کو کھرب کھرب پرستہ بنا دیا زندگی کی جانب ہاں لے
آؤ۔
وہ ایک آواز گونج رہی تھی۔ کئی کئی برس پہلے
ملائے سے گزری تھی اس لئے اسے غم غم کہہ دیا۔
ملائی کی آواز ہے ہم پہنچا چکے ہیں اب اس سے دل
ہر دشت ہو گیا ہے۔
کہیں؟۔ غصہ سے استغناء سے ہر دشت۔
ہاتھ کا ہاتھ اس کے سامنے۔ قلب ہر ایک کی ہر دشت
ہی اترتی غصہ ہو رہی تھی۔ یہ غصہ ہوا ہے
ملائی سے ہر دشت ہر دشت اس کے۔ جو دشت ہر دشت
ہو رہی ہے۔
صرف ایک دشت ہے۔
صرف ایک۔ ہر دشت۔ ہر دشت۔
کہیں؟۔ کہیں؟
وہ ایک ہی جگہ۔ اسی۔ یہ کہا ہوا اس کے لیے
دشت یا چاہا ہے۔

آج کل معروفیت زیادہ ہے پھر انسان کے سپرد
بھروسہ ہے تو کس پر؟

آج کل وہ زندگی کے مشکل ترین دور سے گزر رہی تھی۔
 ”جو ہم بیان کر رہے ہیں اس کا نام ہمارا۔“
 ”میں نہیں تو تم سناؤ کہ کس نام سے کہہ رہے ہو۔“
 اس نے لب بکھج کر ماننے کو کہتے ہوئے گازی کی

رہا نہ ہو سکا۔ یہ لڑکی اس کی زندگی کا شکل معلوم
 میں نے سنا ہے کہ تمہاری شادی ہو رہی ہے۔ اس
 نے کسی بھی لڑکی کے لیے کبھی نہ کیا۔
 "تمہاری شادی؟" اسے تعجب ہوا۔ "کس نے کہا؟"

مذہب کا نون آقا محمد کے ہیں۔ اگر آپ
 اس پر غور فرمائیے۔
 "رضا! اسکی کوئی بات نہیں ہے۔ نسب تک میں
 راضی نہیں ہوں گا کیسے کوئی کر سکتا ہے۔ جس کا کوئی
 لقب تھا۔"

تم اب بھی سوچو، میرا پرانہ نزل آج بھی ہے
تجربہ ہے لیے۔ اس کا تجربہ ہیما سے پر خلوص تھا۔ وہ

انکی بات مت سوجھو رضا کہہ دارتے ہیں ان سے

چھوٹے اور بڑے سبھی ہمیشہ میں نے بھائیوں کی طرح
 چاہتی تھی۔ اور میں یہی سوچتی تھی کہ تم جو سب سے بہتر
 چھوٹے اور بڑے سبھی ہمیشہ میں نے بھائیوں کی طرح

فریٹ کیا ہے۔ تم شادی کرو۔ بس اور سائینڈ پر کاؤل
روک دو۔ پانی کی ای فوڈ اسٹور کا احرام کرو۔ میں چٹا
ہوں۔

میں ایضاً کہہ رہی تھیں کہ جانتی تھی خداوند

تو مگر کا جی حسہ نہیں ہے۔ یہ لوگ نہ ہوا ہے اور
کہتی ہے کہ انہی جبر بھی نہیں۔ اس واسطے کہ

وہ کھڑا ہے رکھتا رہا اب تک وہ کیرج سے گاڑا۔

دینی محکمہ: پندرہ ہزار سالینا لینڈ میں کاروبار کر رہے ہیں۔
 سر: میں نے کجاہرہ میں میرا اس کے لئے لائف بنالیا۔
 "میں نے شہر کوڑا جاہوں کی۔ میں نے چور و مہملہ کیا۔
 "تھیک ہے۔" وہ یوں کیا۔

میں نے اس کو دیکھا تھا۔ وہ ایک ایسی ہی عورت تھی جو کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔

اس پر پانی جی کا گرجا گیا ہے اس بل فرما کر ہے۔

میں نے اس کو دیکھا تھا۔ وہ ایک ایسی ہی عورت تھی جو کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔

میں آف گویا۔
”مہر افس بھڑ“
سے ملنا جتنا ہے اتنے آپ کی کی بجا احساس شدت سے
ہوتا ہے۔ بڑا۔ جو رشتہ کو جو نہ بڑا اس کی کی بے حد محسوس

[illegible]

توب میں بھی ہوسکتے ہیں۔ آج چاہو بھی آئے تھے ان
 اچھا بھی ہوتا رہتا ہے۔ انکا خطا چھوڑ دو۔ آج
 آج چاہو بھی آئے تھے ان

اس نے کہا تھا سمجھا افتادہ اس نے نکل کر لیا۔ پچھلے وقت
خدا وہ حساس کی تھا بکھر تھا۔

۱۱۔ ملا جان کے گھر پر گئیں۔ اس کی جانب دیکھا۔ بولا ہے پنا۔ مت سوچو تمہارے دل میں بھڑکی چاہتا ہے۔

